Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 1 (Jul-Sep 2023)
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

An Analytical Study of the Societal Effects of the Exceeding Trends of Divorce and Khula

طلاق اور خلع کے بڑھتے رجحانات کے معاشرتی اثرات کا تجزیاتی مطالعہ

Syeda Rabia Tauqeer
MPhil Islamic Studies, Visiting Lecturer, University of Education, LMC, Lahore,
rabiatauqeer836@gmail.com

Dr Abdur Razaq
Assistant Professor of Islamic Studies Govt. Graduate College D G khan,
mabdul.razaq7@gmail.com

Aimen Mushtaq
MPhil Islamic Thoughts and Civilization, Department Islamic Thoughts and Civilization, University of Management and Technology Lahore,
aimenmushtaq02@gmail.com

Published:
September 30, 2023

Abstract

This analytical inquiry undertakes an examination of the intricate social ramifications stemming from the escalating incidence of divorce and khula within present-day societal constructs. Through a meticulous analysis of contributory factors and ensuing consequences, the study aspires to elucidate the diverse impacts on individuals, families, and broader communities. Employing a mixed-

CC BY

methods paradigm, the research integrates quantitative data analysis with qualitative insights derived from structured interviews and surveys, thereby affording a comprehensive investigation. By scrutinizing the evolving dynamics of divorce and khula, the research endeavors to furnish nuanced insights into the social, economic, and emotional dimensions of these phenomena, thereby contributing to a heightened understanding of their multifaceted effects on familial units and the overarching societal fabric. The primary objective is to provide a holistic comprehension of the societal implications inherent in divorce and khula, with a view to informing decision-making processes and bolstering support mechanisms for individuals and communities grappling with the complexities attendant to these trends. This study seeks to assume a pivotal role in elevating scholarly discourse and fostering adaptive strategies to address the challenges posed by the mounting prevalence of divorce and khula in contemporary social milieus.

Keywords: Emotional Impact, Community Dynamics, Marriage Dissolution, Social Change, Gender Dynamics, Family Structure, Relationship Patterns, Sociocultural Factors, Marriage and Divorce Trends

تمہید

پاکستانی معاشرہ در اصل ہندو تہذیب و تمدن کا کافی حد تک پر تو ہے، کیوں کہ تقسیم ہند سے پہلے ہندوؤں کے

OPEN ACCESS
CC BY

ساتھ صدیوں کے میل ملاپ کی وجہ سے ہمارے عقائد، رسوم و رواج حتی کہ ہمارے معاشرتی نظریات پر ہندوانہ چھاپ کافی نمایاں نظر آتی ہے۔ خواتین کو اسلام نے جو مقام و مرتبہ اور حقوق عطا کیے ہیں بعینہ وہ تمام حقوق پاکستانی معاشرہ میں خواتین کو حاصل نہیں ہیں۔ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو اس کی معاشرتی حیثیت میں ایک نمایاں فرق آجاتا ہے، جب کہ شوہر کی حیثیت اور اس کے مقام پر کوئی فرق یا کوئی حرف نہیں آتا۔

ام عبد منیب رقمطراز ہیں "مرد اپنی بیوی کو طلاق دے کر خود تو نیا نکاح کرنے کے بعد شادی رچالیتا ہے مگر یہ طلاق اس عورت کے لیے معاشرہ میں نفرت، ذلت، حقارت، توہین، بدشگونی اور گالی بن جاتی ہے، چاہئے اس میں سراسر قصور شوہر کا ہی کیوں نہ ہو"۔[1]

ہمارا معاشرہ بیوہ خاتون کے ساتھ کسی حد تک ہمدردانہ اور مشفقانہ رویہ رکھتا ہے اور اسے مجبور و بے بس تصور کرتا ہے، جب کہ مطلقہ خاتون کو اس کی طلاق کے اسباب کو جانے بغیر تمام حالات کا ذمہ دار اور قصوروار گردانا جاتا ہے۔ اس پر یہ الزام ٹھہرایا جاتا ہے کہ اگر وہ برداشت کرلیتی اور نباہ کرلیتی تو کبھی نہ کبھی حالات بہتر ہو جاتے۔ کبھی اس اس عورت کو یہ بھی سننا پڑتا ہے کہ مرد آخر کار مرد ہے۔ ایڈجسٹ (تسویہ) عورت کو ہی کرنا پڑتا ہے اور جگہ بنانے میں عورت کو صبر و برداشت سے کام لینا پڑتا ہے، جس کے لیے اس عورت کو ہر صورت میں مرد کے ساتھ گزارا کرنا چاہئے تھا۔ عورت کو قربانی دینی پڑتی ہے، اس نے اگر نباہ کرنے کی کوشش کی ہوتی تو حالات اس طرح کے نہ ہوتے جس کی تمام تر ذمہ دار عورت ہی ہے۔

بیوہ خاتون اگرچہ اپنے خاوند کا غم برداشت کررہی ہوتی ہے، مگر اسے اس کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے لوگوں کے رویے اور ان کی زبانیں مطلقہ عورت کی طرف تو اس کو کچو کے لگانے سے باز نہیں آتیں، جس سے وہ وہ بیچاری کئی مرتبہ جیتی اور کئی مرتبہ مرتی ہے۔ یہ ہمارے معاشرہ کا عمومی مزاج اور رویہ ہے کہ جو مطلقہ عورت کے لیے سوھانِ روح بن جاتا ہے۔

طلاق کے بعد ایک عورت پر مسائل کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں، جس کا مقابلہ کرنے کے اسے خاندان اور معاشرہ کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس مطلقہ کو عموماً اسی گھر میں لوٹ کر آنا پڑتا ہے جہاں سے وہ رخصتی کے وقت

OPEN ACCESS

گئی تھی۔ اب اسے اس گھر میں عموماً نفرت اور بد دلی کا ماحول ملتا ہے۔ خاندان والے اس کی طلاق کو اپنے دامن پر ایک دھبہ سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ عورت اب ان کے لیے ایک بوجھ ثابت ہوتی ہے جو ان کے لیے ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ خاندان والے اسے چار وناچار ایک فالتو شے سمجھ کر گھر میں برداشت کرتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان سماجی مسائل کا جائزہ لیا جائے جو اس خاتون کو درپیش ہیں۔

مطلقہ عورت کے نکاحِ ثانی کا مسئلہ:

مطلقہ عورت کے لیے نکاحِ ثانی کا مسئلہ معاشرہ میں ایک نہایت مشکل معاملہ ہے۔ مطلقہ اور خلع یافتہ کا نکاحِ ثانی ہونا دشوار مراحل میں سے ہے۔ وہ مرد حضرت جو کسی مجبوری کی وجہ سے کنواری لڑکی کے رشتہ سے مایوس اور تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں یا عمر رسیدہ ہو جاتے ہیں تو ایسے لوگ عموماً بیوہ سے تو نکاح کر لیتے ہیں لیکن مطلقہ یا خلع یافتہ خاتون سے شادی کرنے کی طرف نہیں آتے۔ ان کے خیال میں اس عورت کا ایک شخص سے نباہ نہیں ہو سکا تو دوسرے شخص کے ساتھ کیسے ہو گا؟ اسے طلاق مرد نے دی تو اس کے پیچھے اس عورت کا ہی قصور ہو گا یا ان کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ گھر کی منتظم چونکہ عورت ہوتی ہے، لہٰذا اس میں وہ گُن ہی نہیں تھے جن سے گھر بسنا اور آباد ہونا تھا۔ ایسے بے شمار سوالات مرد کے ذہن میں جنم لیتے ہیں جو مطلقہ کی دوبارہ شادی کے لیے رکاوٹ بنتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر مطلقہ خاتون کی اولاد ہے اور اسے اپنے بچوں کی سرپرستی اور کفالت بھی کرنا ہے تو اس مطلقہ کو عقدِ ثانی کرنا اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ مرد حضرات ایسی خاتون سے نکاح کے بارے میں یہ سوچتے ہیں کہ وہ کیوں کر دوسروں کے بچوں کا بوجھ اُٹھائیں، جب کہ دوسری طرف مہنگائی کے دور میں کمائی کرنا اور اپنے بچوں کی کفالت اور ذمہ داریوں کو پورا کرنا ایک مشکل امر ہے۔ اگر مرد اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہے یا اس کی بیوی فوت ہو چکی ہے اور اس مرد کی اولاد ہے جو دوسری شادی کا خواہاں ہے تو اس کی عورت سے تو یہ توقع ہوتی ہے کہ ہر صورت میں 'اپنی ذات اور خواہشات کو خواہ ترک ہی کیوں نہ کرنا پڑے' اسے نباہ کرنا ہو گا اور خاوند کی اولاد کو بھی حقیقی اولاد کی طرح گلے لگانا ہو گا، مگر اس کے برعکس مرد حضرات اپنی ذات کو سامنے رکھ کر ایسا رویہ رکھنے کا نہیں سوچتے۔

مطلقہ اور مختلعہ کی شادی کا رجحان:

OPEN ACCESS
CC BY

ہمارے معاشرہ میں مطلقہ اور مختلعہ خواتین کی دوسری شادی کا رجحان کافی حد تک کم ہے، اگر ایسا ممکن بھی ہو تو طلاق یافتہ خواتین اس بارے میں بددلی کا مظاہرہ کرتی ہیں، کیوں کہ ان کا ماضی کا تجربہ جو خوشگوار ثابت نہیں ہوا، اس میں وہ کافی حد تک دلبرداشتہ بلکہ یوں کہیے کہ وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی ہوتی ہیں، اس لیے عموماً وہ دوسری شادی سے متعلق فیصلہ نہیں کرتیں۔ خاص طور پر ایسی خواتین جن کی اولاد بھی ہو' انہیں شادی کا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ بچوں والی مطلقہ یا خلع یافتہ خواتین اپنے بچوں کے سہارے اپنی زندگی گزار دیتی ہیں۔ مسعود احمد بھٹہ اپنی تصنیف "حیات النساء" میں تحریر کرتے ہیں:

> "آج کے دور میں بھی قدیمی رویے رواجاً تسلیم کیے جاتے ہیں اور رواجی نظریات کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں بجائے اسلامی تعلیمات کو سمجھنے اور عمل کرنے کے، جیسا کہ آج بھی والدین اور رشتہ دار یہ رویہ رکھے ہوئے ہوتے ہیں اور مطلقہ' مختلعہ اور بیوہ خواتین کو ہندو سوسائٹی کی طرح عضو معطل بنادیتے ہیں۔ وہ اپنی بہن یا بیٹی کو مطلقہ حیثیت میں متعارف کروانا باعثِ شرمندگی سمجھتے ہیں، اس کی دوسری شادی کی کوشش کرنا بھی ان کے نزدیک باعثِ عار ہے۔ وہ ایسی عورت کو غیر محسوس طریقہ سے محبوس رکھتے ہیں، اس کی نفسیاتی تربیت کرنے کے بجائے اس کے جذبات کو کچل دیا جاتا ہے اور اسے یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ اب دوبارہ نکاح کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے، بس اسے تو اپنے بہن بھائیوں اور والدین کی خدمت میں زندگی گزانے کا کہا جاتا ہے، تمہاری دو وقت کی روٹی ہمارے لیے کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے وغیرہ۔ اس انداز میں اس کی جیتی جاگتی زندگی کو درگور کر دیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ کنواری عورت کو بٹھائے رکھنا ممکن نہیں اور شوہر دیدہ عورت خواہ بیوہ ہو یا مطلقہ یا خلع یافتہ کو دوسری شادی سے دور رکھا جاسکتا ہے، جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ کنواری عورت نکاح کے انتظار میں بیٹھ سکتی ہے، لیکن

CC BY

شوہر دیدہ عورت کو روکنا ظلم کے مترادف ہے"۔[2]

شوہر دیدہ خواتین کے بارے میں معاشرے کی منفی سوچ:

ہمارے معاشرے میں شوہر دیدہ خواتین کے عقدِ ثانی کے حوالہ سے بہت منفی سوچ دکھائی دیتی ہے۔ اگر ایسی خواتین خود اپنی دوسری شادی کے حوالہ سے کوئی قدم اُٹھائیں تو اسے مستحسن تصور نہیں کیا جاتا، بلکہ اس حوالہ سے ان کے بارے میں بہت سی چہ میگوئیاں کی جاتی ہیں، طنز و تشنیع کے نشتر لگائے جاتے ہیں، ان خواتین کی کردار کشی کی جاتی ہے۔ اس لیے بعض ایسی خواتین اپنی عزت وآبرو کی حفاظت اور ذہنی کوفت سے بچنے کی خاطر یہی بہتر سمجھتی ہیں کہ وہ عقد ثانی نہ کریں ورنہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ پہلے شوہر سے طلاق کا سبب یہ دوسرا شوہر ہی ہوگا۔

اس کے علاوہ یہ خواتین بچوں کی وجہ سے بھی عقدِ ثانی سے گریز کرتی ہیں کہ دوسرا شخص اس کے بچوں کو بوجھ تصور کرے گا اور ان بچوں کو حقیقی باپ کی سی محبت نہ دے پائے گا، اس طرح بچوں پر منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ چنانچہ یہ خواتین دوسری شادی کرنے سے اجتناب کرتی ہیں اور اپنی تمام زندگی اپنے بچوں کے سہارے گزار دیتی ہیں۔

ہمارے معاشرے میں بعض لوگوں کا نظریہ یہ بھی ہوتا ہے کہ بچوں والی مطلقہ، مختلعہ یا بیوہ خواتین کو صرف بچوں کے سہارے زندگی گزارنی چاہیئے، بعض خاندان اپنے خاندانی تکبر یا خودساختہ خاندانی عزت و وجاہت کی آڑ میں بھی عورت کو دوبارہ نکاح سے روکتے ہیں۔ ایسی شوہر دیدہ خواتین 'خواہ وہ مطلقہ ہوں یا مختلعہ یا بیوہ' معاشرتی حدود و قیود میں با امر مجبوری خود کو پابند کرلیتی ہیں، لیکن بسا اوقات خفیہ آشنائی کے غیر شرعی اور غیر اخلاقی راستے اختیار کرلیتی ہیں۔ بعض خاندان جائیداد کی وراثت کو بچانے کے لیے ایسی خواتین کی دوسری شادی کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ لہٰذا اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسی خواتین اپنے بچوں کی پرورش و نگہداشت کی آڑ میں اور ممتا کے جذبات رکھتے ہوئے اپنے عورت پن کا گلا گھونٹ دیتی ہیں۔[3]

طلاق پانے والی عورت کو اپنے بسے بسائے گھر سے بے دخل کر دیا جاتا ہے، اس کی زندگی اب اس خانماں برباد کی طرح ہوتی ہے جس کا سب کچھ لٹ چکا ہوتا ہے۔ خاص طور پر اس وقت جب کہ اس ماں سے اس کے بچے بھی

OPEN ACCESS

زبردستی چھین لیے جاتے ہیں۔ اس صورتِ حال میں بچوں کے بغیر اس ماں کے لیے ایک پل بھی گزارنا کس قدر مشکل ہوتا ہے؟ ایسی دلسوز اور دلگذار صورتِ حال میں مطلقہ عورت کے اولیاء کو چاہئے کہ وہ اس کے لیے اپنے گھر اور دل کے دروازے کشادہ کریں اور مناسب طور پر اس کی عدت کے ایام گزرنے کے بعد نکاحِ ثانی کریں، جس سے اسے اطمینان اور سکون حاصل ہو جائے۔[4]

معاشرے میں خاندان ایک بنیادی اکائی بلکہ ادارہ کی حیثیت رکھتا ہے، جہاں ہر فرد اپنی زندگی کی ممکنہ بقاء کے لیے بہت کچھ سیکھتا ہے۔ شریعت میں طلاق ایک ناپسندیدہ فعل ہے جو دو افراد بلکہ دو خاندانوں کے تعلقات کو تباہ کر دیتی ہے۔ بد قسمتی سے طلاق اور خلع ہمارے معاشرے میں عام رجحان بن کر رہ گیا ہے۔ جب کہ خلع اور طلاق کا حصول عورت کے لیے نہ تو اتنا آسان ہے اور نہ ہی معاشرہ میں قابلِ قبول ہے۔ بلکہ عورت کی طرف سے اس مطالبہ کو خاندانی انا اور خاندانی عزت و وجاہت کا مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔ عورت کا اپنا خاندان اس پر دباؤ ڈالتا ہے کہ وہ خلع یا طلاق کو جتنا ممکن ہو سکے نہ لے اور حتی الامکان اپنے شوہر کے ساتھ گزارا کرے، کیوں کہ عملی طور پر معاشرہ میں لڑکی ایک خاندانی بوجھ تصور کی جاتی ہے، لیکن اس رجحان میں اب کافی حد تک تبدیلی آئی ہے، جس کے باعث طلاق یا خلع کے لیے خاندانی حمایت و تائید حاصل ہونے لگی ہے، کیوں کہ عورت کے خاندان والے یہ جانتے ہوئے کہ ان کی بچی کو خاوند کے ظلم و تشدد سے 'جو کہ روزانہ کا اس کے ساتھ معمول بن گیا ہے' کا واحد حل طلاق یا خلع ہی ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا حل نہیں ہے۔ خاوند اور بیوی کے مابین مصالحت کی کوششیں ثمر آور نہیں ہو پاتیں۔ صلح و صفائی کے چند دن بعد پھر لڑائی جھگڑا اور مارپیٹ شروع ہو جاتی ہے، بلکہ بعض اوقات تو تلخ کلامی اس قدر طول پکڑ لیتی ہے کہ لڑکی والے شوہر کی مارپیٹ اور دھلائی کر دیتے ہیں اور وہ انجام کار لڑکی کو طلاق یا خلع دلوانے میں اس کی مدد اور حمایت کرتے ہیں۔ لیکن بعض خاندان طلاق کے حق میں بالکل نہیں ہوتے، وہ لڑکی پر اسی بات کا دباؤ ڈالتے اور ان کا اصرار اسی بات پر ہوتا ہے کہ خاوند کے ساتھ اس کے گھر میں ہر صورت میں نباہ کیا جائے، ہماری طرف سے تمہاری کوئی مدد نہیں ہو گی۔

طلاق یافتہ خواتین کے ساتھ خاندان کا رویہ:

پاکستانی معاشرے میں یہ تاثر عموماً پایا جاتا ہے کہ لڑکیاں ہمیشہ خاندان کے لیے بوجھ خیال کی جاتی ہیں۔ لڑکیاں

OPEN ACCESS
CC BY

جہاں صحیح خوشیوں سے لطف اندوز ہوتی ہوں اور انہیں گھر کی مکمل حمایت حاصل ہوتی ہو' ایسے خاندان نسبتاً کم ہیں۔ ہمارے معاشرہ میں فیصلہ سازی کا اختیار بھی مرد کو ہوتا ہے، جب کہ خاتون کو عام طور پر گھر اور معاشرہ میں محکوم (subordinate) حالت میں ہی رہنا ہوتا ہے۔ وہ خواتین جو اپنے پاؤں پر کھڑی ہوتی ہیں اور برسرِ روزگار ہوتی ہیں ان میں اتنا حوصلہ ہوتا ہے کہ وہ کچھ جراتمندانہ فیصلہ کر لیتی ہیں۔ اگر انہیں برے حالات یا مشکلات کا سامنا کرنا پڑے اس کی وجہ ان کا معاشی طور پر خود مختار ہونا ہے۔ اکثر اوقات تو یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ خواتین ہی کما کر لاتی ہیں اور سارے گھر کے اخراجات وہ اُٹھاتی ہیں۔ اس وجہ سے گھر والوں کا رویہ ان کے ساتھ تبدیل نہیں ہوتا بلکہ نہ تو وہ اپنے والدین پر انحصار کرتی ہیں اور نہ ہی بھائیوں وغیرہ پر۔

مطلقہ عورت کو کمانے کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ اس کے والدین اس کے تمام اخراجات برداشت نہیں کرسکتے۔ لہٰذا انہیں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے خود کمانا پڑتا ہے، تاکہ وہ کسی پر انحصار کرنے کی تنقید سے اپنے آپ کو بچا سکیں۔ مطلقہ، خلع یافتہ اور بیوہ خواتین کو اس لیے روزگار اختیار کرنا پڑتا ہے کیوں کہ انہیں معاشرتی رکاوٹوں کا علم ہوتا ہے اور ان کا یہ بھی تجربہ رہا ہوتا ہے کہ معاشی طور پر انہیں اپنے خاوند پر انحصار کرنا پڑا تھا، جہاں مرد کی حکمرانی تھی۔ چنانچہ اپنی بقاء اور شناخت قائم رکھنے کے لیے انہیں کام کرنا پڑتا ہے اور ان رکاوٹوں اور مشکلات 'جن کا انہیں اپنی ازدواجی زندگی میں سامنا کرنا پڑا تھا' کو دور کرنے کے لیے انہیں کمائی کرنا ہوتی ہے اور اس تاثر کو ختم کرنے کے لیے کہ اب یہ خاتون ان کے لیے بوجھ بن گئی ہے اور اس نے گھر کا سکون برباد کر دیا ہے' اسے کام کرنا پڑتا ہے۔

ایک خاتون کا کہنا ہے کہ "میری طلاق کے بعد میرے گھر والوں کا رویہ پہلے تو کچھ عرصہ میرے ساتھ بہتر رہا لیکن جوں جوں قت گزرتا گیا میں نے ان کے رویہ میں بہت تبدیلی محسوس کرنا شروع کی اور اس کی وجہ شاید میری ضروریاتِ زندگی تھیں۔ ابتداء میں جب کبھی میں اپنے بھائیوں سے کسی بھی چیز کا مطالبہ کرتی تو وہ بخوشی میرے لیے ہر چیز مہیا کر دیتے مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ بدل گئے اور آئے دن گھر میں کوئی نہ کوئی جھگڑا ہونے لگ گیا اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ میری وجہ سے ہونے لگا، مجھے اب گھر والوں کے ہر وقت طعنے برداشت کرنے پڑتے اور میں نے دیکھا کہ میری وجہ سے میرے گھر والوں کا سکون اور ان کی خوشیاں برباد ہو رہی ہیں۔ [5]

CC BY

ایک دوسری خاتون نے بھی ایسا ہی کہا کہ "میری طلاق کے بعد میرے خاندان والوں کا رویہ بہت اچھا اور شائستہ رہا، لیکن جب میرے بھائی کی شادی ہوگئی تو صورتِ حال مکمل طور پر بدل گئی، میں گھر کا سارا کام کاج کرتی، اگر ذرا سی کوئی کام میں خرابی یا نقص ہو جاتا تو مجھے ہر کوئی طعنے دیتے لگ جاتا کہ تم نے اپنی ازدواجی زندگی میں ایسا ہی کیا ہو گا اور غلطیاں کی ہو نگی، اس وجہ سے تمہیں طلاق ہوئی ہے اور تم نے ہماری زندگی میں مشکلات پیدا کر دی ہیں۔ ان باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ طلاق کے بعد عورت کے لیے حالات بہت کٹھن اور تکلیف دہ ہو جاتے ہیں، کیوں کہ وہ ماحول جہاں اسے محبت و احترام ملا، جہاں اس کی پہچان تھی، اچانک اس خاتون کے لیے ایک سوالیہ نشان بن کر رہ گیا ہوتا ہے۔[6]

دوستوں کا رویہ:

مطلقہ اور خلع یافتہ خواتین کا یہ بھی تجربہ ہے کہ ان کی سہیلیوں اور دوستوں کا رویہ اب برا ہو گیا ہے، ان سہیلیوں کے گھر والوں کا خیال ہے کہ یہ خواتین اچھی نہیں ہیں یا دوسری تمام عورتوں کے لیے اب یہ بد قسمت ہیں جو غیر شادی ہیں یا شادی کی تیاری کی منتظر ہیں، حتیٰ کہ ان کے گھر والے انہیں ان مطلقہ اور خلع یافتہ خواتین سے دور رہنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ اس مطلقہ خاتون کی دوست کی شادی ہوئی اور اسے بھی طلاق ہوگئی تو اس سہیلی نے کہا "تمہاری ناکامیوں کی وجہ سے میری شادی شدہ زندگی تباہ ہوگئی ہے، تم نے میری شادی کی رسومات میں شرکت کی اور اس وجہ سے میری زندگی تباہ ہوگئی ہے۔ کوئی پتہ نہیں تمہاری وجہ سے کتنی شادیاں برباد ہوں گی، براہِ مہربانی مجھ سے دور رہا کریں"۔ مطلقہ نے محسوس کیا کہ اس کی سہیلی کے الفاظ نے اسے متفکر کر دیا کہ واقعی وہ بد نصیب ہے۔ لہٰذا اس نے اپنی آمدورفت کو اپنے گھر تک محدود کر لیا ہے۔

معاشرتی معیار اور اقدار:

معاشرتی معیار کسی بھی معاشرے کی بنیادی آئیڈیالوجی ہوتی ہے اور یہ آئیڈیالوجی افراد پر اثر انداز ہوتی ہے اور افراد کو معاشرے میں اپنا رول ادا کرنے سے آگاہ کرتی ہے، جس سے افراد معاشرے میں اپنی بقاء کے لیے زندگی کو ممکن بناتے ہیں۔ سماجی معیارات دراصل روایات اور کلچر کو پروان چڑھاتے ہیں اور معاشرہ میں مرد ہی کو سرپرست اعلیٰ بنا کر ایک غیر متوازن معاشرہ بنا دیتا ہے۔ کلچر میں مختلف چیزوں کا ہونا بھی طلاق کا سبب بنتا

OPEN ACCESS
CC BY

ہے۔ جہیز جو کہ تمام سماجی مسائل کے مابین ایک کامن مسئلہ ہے' جب کہ باقی مسائل بھی طلاق کے معاملہ میں کچھ کم نہیں ہوتے۔ ایک مطلقہ کا بیان ہے کہ "میرے والدین نے میری شادی پر مجھے جہیز میں ہر چیز دی لیکن میرے سسرالیوں نے مجھے گھریلو تکالیف اور طعنے دیئے"۔

عورت کو دوسری شادی کے بعد بھی اگر خاوند صحیح نہ ملے تو وہ بالآخر مجبور ہو کر گھر سے بھاگ کھڑی ہوتی ہے اور شیلٹر ہومز میں جاکر پناہ لے لیتی ہے۔ جہاں وہ اسے پناہ دے دیتے ہیں اور اس کو مصیبت سے نکالنے اور طلاق کرانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

مالی مفاد کے پیشِ نظر لڑکی کی جبری شادی:

جبری طور پر لڑکی کی شادی کا معاملہ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ اکثر اوقات روپے پیسوں کے مفاد میں لڑکی کی مرضی کے بغیر اسے جبراً شادی پر مجبور کرتے ہیں یہ جانتے بوجھتے ہوئے کہ یہاں لڑکی خوش نہ رہ سکے گی۔ رشتہ داروں کا ایسا غیر منصفانہ اور غیر ہمدرانہ رویہ محض اپنے ذاتی مقصد کے حصول کے تحت ہوتا ہے۔ ایک مطلقہ کا بیان ہے "میرے چچا نے محض روپیہ وپیسہ کی خاطر مجھے مجبور کر کے میری شادی ایک ایسے شخص سے کر دی جس کی ماں کا کردار بہت برا تھا اور وہ پیسہ کمانے کے لیے ناجائز کام کرتی تھی اور اس نے مجھے بھی ایسا کرنے پر مجبور کیا، جب میں نے اپنے شوہر کو بتایا تو اس نے مجھے مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ ایک دن میں اپنے والدین کے گھر چلی آئی اور پھر میرے چچا نے بھی مجھے مارا اور دوبارہ مجھے سسرالیوں کے سپرد کر دیا۔ میرے والدین بہت غریب تھے، اس لیے وہ بے بس تھے، وہ میرے حالات جاننے کے باوجود بھی اس قابل نہ تھے کہ وہ میری مدد کرتے۔ کچھ عرصہ بعد طعنے دینے شروع کر دیئے کہ تم جہیز میں کچھ نہیں لائی ہو۔ انہوں نے مجھے گھر سے نکالنے کی کوشش کی۔ میرے والدین نے دوبارہ پھر ان کے اس مطالبہ کو پورا کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد میرے شوہر نے پیسوں کا مطالبہ شروع کر دیا کہ مجھے کاروبار شروع کرنا ہے اور میرے والد نے مجھے بتائے بغیر اسے کاروبار کے لیے پیسے بھی دے دیئے۔ لالچ اور حرص کی کوئی انتہا نہیں۔ آٹھ ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ دوبارہ پھر نیا مطالبہ شروع کر دیا اور جب میں نے ان کے مطالبہ کو پورا نہ کرنے سے انکار کر دیا تو انہوں نے مجھے مارا پیٹا۔ میں نے تشدد برداشت کیا لیکن انہوں نے مجھے گھر سے نکال دیا۔ اس کے بعد میرے والدین نے مجھے اس سے طلاق / خلع دلوانے کا فیصلہ کر لیا،

OPEN ACCESS
CC BY

کیوں کہ ان کی طمع اور لالچ کو پورا نہیں کیا جاسکتا تھا۔

جب میرے بھائی کی شادی ہوگئی تو اس نے اپنے برادرِ نسبتی سے میری شادی کرنا چاہی۔ میں اس کی تجویز سے متفق نہ تھی، لیکن انہوں نے مجھے اس سے شادی کرنے پر مجبور کیا۔ میرا یہ خاوند میری ضروریات پوری نہ کرتا بلکہ وہ مجھے مارتا پیٹتا، جب میں نے یہ معاملہ اپنی والدہ کو بتایا تو انہوں نے کہا یہ تو ہر فیملی کا عام مسئلہ ہے۔ ہر عورت کو اس طرح کے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جب میں اپنے والد اور بھائی سے بات کی تو انہوں نے کہا کہ تم ہماری عزت کو رشتہ داروں اور ہمسایوں میں کیوں برباد کرنا چاہتی ہو؟ اب تو تمہیں اس خاوند کو اپنی موت کے ساتھ ہی چھوڑنا پڑے گا اور میرے شوہر کا جواب یہ تھا کہ اب تم میری ازدواجی زندگی کو کیوں برباد کرنے پر تلی ہوئی ہو؟"۔ معاشرے کی روایات اور تہذیبی چلن کا اتنا گہرا اثر ہوتا ہے کہ والدین اپنی بیٹی کو بجائے آواز نکالنے کے خود کو قربانی دینے کا کہہ دیتے ہیں۔

تہذیب کا انسانی رویوں پر اثر انداز ہونا:

مطلقہ اور خلع یافتہ خواتین کے نت نئے حالات و واقعات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ کلچر کس طرح سے تعلقات اور لوگوں کو ظلم کی طرف ڈھالتا ہے جو معصوم اور خوبصورت زندگی کو برباد کر دیتے ہیں۔ ایسی خواتین ظلم اور ناانصافی سے تنگ آکر اپنے گھر کو چھوڑ کر شیلٹر ہومز میں پناہ لیتی ہیں اور یہاں ان کو طلاق / خلع حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں طلاق کی شرح میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے، جس سے باہمی تعلقات پر برا اثر پڑتا ہے۔ ان روایات کا افراد کی زندگی پر سماجی اثر ہوتا ہے۔ کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ اس کا اثر افراد کی زندگی پر سوائے مسائل میں اضافہ اور صبر و برداشت کو ختم کرنے کے اور کچھ نہیں ہوتا، جس سے تنازعات اور باہمی کشمکش میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر خواتین تمام مشکلات کو زندگی بھر بغیر زبان کھولے منہ بند رکھے اور حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے تو پھر وہ معاشرہ میں اپنی بقاء رکھ سکتی ہے۔ اگر کوئی عورت تشدد اور بربریت کے خلاف آواز نکالتی ہے جس کا سامنا اسے معاشرے میں کرنا پڑتا ہے تو پھر معاشرہ ایسی عورت کو بدزبان اور بدکردار خیال کرتا ہے۔ ہمارے معاشرہ میں طلاق عورت کے کردار کو ظاہر کرتی ہے یہ مطلقہ خاتون معاشرہ کے طے کردہ فرائض کو پوری طرح بجالانے میں ناکام رہی ہے۔ معاشرہ اس عورت کو اس انداز میں

OPEN ACCESS
CC BY

جانچتا ہے اور پھر اس کے کردار پر مختلف آراء دیتا ہے۔ اگر مرد عورت کو طلاق دیتا ہے تو عورت کو قصور وار سمجھا جاتا ہے اور اگر عورت خاوند سے خلع کا مطالبہ کرتی ہے تو وہ اپنے لیے مشکلات کو جنم دیتی ہے جو اسے مستقبل میں معاشرہ میں رہتے ہوئے بھگتنا ہوں گے۔ مطلقہ اور خلع یافتہ خواتین کے ساتھ والدین کا رویہ 'جس میں معاشرہ کے طنز، تنقید اور طعن و تشنیع ہوتے ہیں' کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ معاشرہ ان خواتین کو منحوس خیال کرتا ہے اور ایسے طعنے دیتا ہے جس میں انہیں یہ کہتے ہوئے پایا گیا ہے ''تم اپنے شوہر کے لیے بد قسمت تھیں، اب والدین کے لیے بھی بد قسمت ہو''۔ حتیٰ کہ قریبی رشتہ دار بھی کچوکے لگائے بغیر نہیں رہتے۔ جہاں وہ اس بارے میں یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ خاتون اچھی بیوی نہ ثابت ہو سکی اور طلاق اس کی اپنی غلطی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ کیوں کہ اسے سسرال میں رہنے کا سلیقہ نہ تھا۔ رشتہ دار چاہتے ہیں کہ یہ خاتون کسی خاندانی تقریب میں شریک ہونے سے دور رہے۔ ایک مطلقہ کا کہنا ہے ''میں اپنے آپ کو بالکل جدا کر کے الگ تھلگ ہوں اور میں گھریلو کام کاج میں لگی رہتی ہوں، کیوں کہ جب بھی میں باہر نکلتی ہوں لوگ مجھ پر طنز کرتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں مرد حق بجانب اور درست تصور کیے جاتے ہیں، خواہ وہ کسی کو قتل ہی کیوں نہ کر دیں، وہ عورتوں پر حکومت کرتے ہیں اور اگر عورت کبھی اپنے حق کے لیے کھڑی ہو جائے تو لوگوں کے نزدیک وہ عورت بری ہو جاتی ہے۔ خلع یافتہ اور طلاق یافتہ عورتوں کے ساتھ دوسری خواتین کا یہ رویہ بھی ہمیشہ ناقابلِ برداشت ہوتا ہے، خواہ وہ رشتہ دار اور خاندان کی عورتیں ہی کیوں نہ ہوں''۔ [7]

معاشرتی استرداد:

معاشرے کے طبقات کا مطلقہ اور خلع یافتہ خواتین کے ساتھ مختلف طرز کا برتاؤ ہوتا ہے اور ان کے ساتھ رویہ ویسا نہیں ہوتا جس طرح دوسروں کے ساتھ اختیار کرتے ہیں، حتیٰ کہ دوستوں یا سہیلیوں کا بھی وہ رویہ نہیں رہتا جیسا کہ پہلے تھا۔ مطلقہ خواتین کا کہنا ہے کہ ان کو معاشرے میں رتبہ یا مقام نہیں دیا جاتا جو شادی شدہ عورتوں کو دیا جاتا ہے۔ وہ خود کو شرمندہ اور نادم سمجھتی ہیں کہ اب وہ شادی شدہ نہیں ہیں اور اپنے پرانے دوستوں سے تعلق رکھنے سے بھی خوف کا احساس ہوتا ہے، جب ان دوستوں اور سہیلیوں کو طلاق کے بارے میں علم ہوتا ہے تو ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ مطلقہ خواتین سے فاصلہ رکھیں، کیوں کہ ان کی عزت تو اب معاشرے میں نہیں

CC BY

ہے، کہیں ان سے میل ملاپ رکھنے سے معاشرے میں ہماری عزت پر کوئی حرف نہ آئے۔ ایک خاتون کا کہنا ہے "مجھے طلاق ہونے کے بعد میرے اپنی سہیلیوں سے تعلقات زوال پذیر ہوتے گئے۔ میرے یہ دوست مجھ سے نہ ملنے کے لیے وقت کی کمی کا بہانہ کرتے۔ میں ایک ادارہ میں بطور استانی پڑھاتی تھی، لیکن بعد میں مجھے طلاق ہو گئی۔ مجھے یہ ملازمت چھوڑنا پڑی، کیوں کہ میرے ساتھ کام کرنے والی دوسری خواتین کا رویہ توہین اور ذلت آمیز تھا صرف اس وجہ سے کہ وہ طلاق یافتہ ہے"۔

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ معاشرہ میں ایک مطلقہ خاتون کے ساتھ جو برتاؤ ہوتا ہے اس سے ان کی معاشرتی اور خاندانی زندگی پر کس قدر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

مطلقہ اور خلع یافتہ خواتین کو ذمہ دار ٹھہرانا:

معاشرے میں بالخصوص مطلقہ اور خلع یافتہ خواتین کے اپنے قریبی رشتہ دار بلکہ بہن اور بھائی بھی انہیں موردِ الزام ٹھہراتے ہیں، جیسا کہ درج ذیل انٹرویو میں بتایا گیا:

> "میرے بڑے بھائی نے طلاق کا ذمہ دار مجھے ہی ٹھہرایا۔ مزید یہ کہ میرے دوسرے بہن بھائی ہر گز یہ سمجھنے کی کوشش نہ کرتے کہ میں کتنے نفسیاتی دباؤ سے گزر رہی تھی، تاہم میں سب کچھ برداشت کرتی، کیوں کہ اب میرے بچے بھی تھے۔ میرے رشتہ دار بھی مجھے طلاق کا ذمہ دار ٹھہراتے اور کہتے کہ تم میں ازدواجی زندگی کی صلاحیت ہی نہ تھی کہ اسے جاری رکھتی اور خاوند سے نباہ کرتی وغیرہ"۔ [8]

مسئلۂ سکونت:

مطلقہ خواتین کے لیے رہائش وسکونت کا معاملہ بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ خاوند نے تو اسے اپنے گھر سے نکال باہر کھڑا کیا، اب وہ کہاں رہائش پذیر ہو؟ کیا وہ والدین کے گھر چلی جائے؟ اگر اس بیچاری کے والدین موجود نہیں ہیں تو کیا بہن بھائیوں کے گھر جائے؟ اگر والدین اور بہن بھائی اس حالت میں نہیں ہیں کہ وہ اس کو گھر میں رکھ سکیں تو اس کا ٹھکانہ اور مقام کیا ہے؟ گھر میں گنجائش ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ کیا اس کے لیے دلوں میں گنجائش ہے یا

OPEN ACCESS

نہیں؟ بعض اوقات تو والدین بھی اس تباہ حال اور ستم زدہ بیٹی کو پسند نہیں کرتے اور اسے اپنے اوپر بوجھ سمجھتے ہیں۔ بھائیوں کی بیویاں یعنی گھر میں بہوئیں اپنی مطلقہ نند کو برداشت نہیں کرتیں۔ ان حالات میں اسے یا تو دارالامان میں پناہ لینی ہوتی ہے یا کسی بے سہارا خواتین کے اداروں یعنی شیلٹر ہومز میں۔ مطلقہ بیٹی کو تو گھر والے بعض اوقات برداشت کر لیتے ہیں، لیکن اگر وہ صاحبِ اولاد ہے تو یہ ان کو گوارا نہیں ہوتا کہ وہ ان بچوں کا بوجھ اُٹھائیں۔ ایسے میں مطلقہ عورت کے گھر والے اسے مجبور کرتے ہیں کہ وہ ان بچوں کو ان کے والد کے پاس بھجوادے۔ اب یہ مطلقہ جو پہلے سے پریشان تھی اس کی پریشانی اور زخموں پر مزید نمک پاشی ہوتی ہے۔ بعض حالات میں بچوں کا والد بھی انہیں اپنے پاس رکھنے کو تیار نہیں ہوتا۔ اگر مطلقہ بچوں کو اپنے پاس رکھتی ہے تو والدین اور بہن بھائی اسے اپنے گھر میں رہنے نہیں دیتے، اگر وہ کسی فلاحی ادارے میں رہنے جاتی ہے تو وہ ادارہ کیا اس عورت کو بچوں سمیت مستقل پناہ دے گا؟ مطلقہ خاتون کو اس حوالہ سے بے پناہ معاشرتی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔[9]

مطلقہ کی رہائش کا مسئلہ:

مطلقہ خواتین زیادہ تر اپنے والدین کے گھر میں رہتی ہیں کچھ خواتین دوبارہ شادی کرنا چاہتی ہیں مگر والدین اب اس حق میں نہیں ہوتے کہ ان کی دوسری شادی کی جائے اور نہ وہ اس معاملے میں کوئی تعاون کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ وہ اگر علیحدہ رہائش اختیار کرنے کی کوشش کرتی ہیں تو وہ اس قابل نہیں ہوتی ہیں کہ علیحدہ گھر حاصل کر سکیں۔ ایک مطلقہ اس بارے میں کہتی ہے:

> ”طلاق کے بعد میں اپنے والدین کے ساتھ رہنا چاہتی تھی لیکن میرے والد نے مجھے گھر والوں کے ساتھ رہنے کی اجازت نہ دی کیونکہ میں نے اپنی رضا مندی کی شادی کی تھی اور وہ میرے اس فیصلے سے ناراض تھے۔ حتی کہ میرے بھائی اور بھابھی نے بھی مجھے آبائی گھر چھوڑنے کو کہا اور اس طرح میرے بہن بھائیوں کا رویہ بھی بالکل بدل گیا جو مجھے برداشت کرنا بہت مشکل تھا۔ میں اپنی بیٹی اور اس کے تحفظ کیلئے پریشان تھی۔ میری والدہ اس صورت

OPEN ACCESS
CC BY

حال پر خاموش تھیں لیکن انہوں نے کسی کو بتائے بغیر میرے لئے دو کمروں والے گھر کا بندوبست کیا۔ اگر ان کی مجھے مالی مدد نہ ہوتی تو صورت حال میرے لئے بہت ہی مشکل ہوتی۔ طلاق کے بعد میں بالکل اکیلی اور تنہا ہوگئ اس صورتِ حال کے ذمہ دار میرا بھائی اور بھابی ہیں۔ میرے بچے تو میرے سابق شوہر لے گئے تھے اس لئے بچوں کی کوئی ذمہ داری مجھ پر نہ تھی۔ مجھے میرے بھائی اور میری بہت قریبی سہیلی نے بھی ٹھکرادیا اور میں بالکل تنہا رہ گئی"۔[10]

عدم تحفظ کا مسئلہ:

طلاق خواہ کس بھی صورت کی ہو اور اس کی وجہ کوئی بھی ہو، یہ ایک ناپسندیدہ اور تکلیف دہ عمل ہے جسے فقط مجبوری کی صورت میں اختیار کیا جاسکتا ہے، لیکن دورِ حاضر میں طلاق ایک کھلونا بن گئی ہے۔ جسے معاشرے نے بے راہ روی کے باعث اسے وسعت سے اپنالیا ہے۔ بڑھتی ہوئی طلاقوں کے رجحان نے حساس طبقے کے افراد کو سخت پریشان کر دیا ہے۔ ایک طرف تو عورت غیر محفوظ ہوگئی ہے، دوسرا خاندانی نظم کی بنیاد ہل گئی ہے۔ فطرتاً عورت کمزور ہے اور اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کی نگرانی میں دیا ہے، لیکن جب یہ مضبوط بندھن ٹوٹ جاتا ہے، تو فطری طور پر عورت عدم تحفظ کا شکار ہو جاتی ہے۔ عورت کی جو حیثیت اپنے والدین کے گھر میں شادی سے پہلے تھی، ویسی حیثیت اب نہیں رہتی۔ ہمارے معاشرے کا مزاج کچھ اس طرح کا ہے کہ اگر خاتون بغیر شادی کے اپنے والدین کے گھر بیٹھ رہے، خواہ وہ بوڑھی ہو جائے اسے اتنا بوجھل خیال نہیں کیا جاتا جتنا مطلقہ کو اس کا قصور وار ٹھہرایا جاتا ہے۔ اس کے اپنے بھی بیگانے ہو جاتے ہیں اس کے دکھوں کا مداوا کرنے والا کوئی بھی نہیں ہوتا اگر کوئی ظاہری طور پر ہمدردانہ رویہ رکھتا ہے تو اس کے پیچھے بہت سے مقاصد کارفرما ہوتے ہیں۔ اس کو معاشرتی المیہ کہئے یا بے حسی ایسی عورت کو مالِ غنیمت سمجھا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہمدردی کے بول بول کر یا اس کی کوئی مالی معاونت کرکے اس کو احسان تلے لایا جائے اور اپنے مقاصد حاصل کئے جائیں۔

معاشرے کے بعض لوگ اسے لوٹ کا مال سمجھتے ہیں۔ ان حالات کے پیشِ نظر اپنی عزت کا تحفظ کرنا اس کے

cc BY

لئے کس قدر مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ بچیاں ہوں تو وہ اپنی بچیوں کی عزت و عصمت کے حوالے سے بھی عدم تحفظ کا شکار رہتی ہے کہ کہیں ان کی عفت پر آنچ نہ آنے پائے۔ اگر وہ اپنے شوہر کے گھر ہو تو شاید اسے یا اس کی اولاد کو اتنی زیادہ عدم تحفظ کی مشکلات پیش نہ آتیں۔ دیہی علاقوں میں طلاق یافتہ یا خلع یافتہ عورتوں کو والدین بھی رکھنا پسند نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ اکثر خواتین دارالامان جیسی جگہوں میں پناہ لیتی ہیں، اگرچہ وہ تحفظ کی خاطر مزید عدم تحفظ کا شکار ہو جاتی ہیں۔ معاشرہ بھی ان خواتین کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام رہتا ہے۔

معاشرے کا تکلیف دہ رویہ:

ہمارے معاشرہ کا یہ المیہ ہے کہ مرد کے قصور سے چشم پوشی اختیار کرلی جاتی ہے اور قصوروار عورت کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ عورت کے متعلق ہمارے معاشرے کا ذہن یہ ہے کہ عورت کو خواہ کچھ بھی صورت حال ہو اسے نباہ کرنا ہے۔ عورت کو ہر حال میں صبر و تحمل سے کام لینا چاہیئے اگر عورت میں اچھے گُن ہوتے تو اپنا گھر نہ اجاڑتی اور نہ ہی اسے طلاق ہوتی۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے بہت سے طنز کے نشتر عورت کو معاشرے میں لگائے جاتے ہیں۔

افسوس اس بات کا ہے کہ کوئی نہیں سوچتا کہ طلاق میں قصوروار کون ہے؟ ہم لوگ یہ بھی نہیں سوچتے ممکن ہے کہ مرد میں کوئی اخلاقی نفسیاتی یا جسمانی عارضے ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میاں بیوی میں ہم آہنگی نہ ہو جو کہ شادی کا مقصد ہوتا ہے کیونکہ اسی ہم آہنگی کے باعث میاں بیوی دونوں میں محبت و مروت ہوتی ہے۔ اگر اس کا فقدان ہو تو ان دونوں کا اکٹھا رہنا ممکن نہیں ہوتا اور بالآخر یہ رشتہ منقطع ہو کر طلاق پر منتج ہوتا ہے۔ ہم سوچے سمجھے بغیر اپنی زبانوں اور حرکات و سکنات سے مطلقہ اور خلع یافتہ پر طعنوں، طنز و تشنیع کی بوچھاڑ کرتے ہیں اور عورت کو صفائی کا موقع دیے بغیر اپنا فتویٰ صادر کئے دیتے ہیں کہ سارا قصور عورت ہی کا ہے۔ اگر یہ سنجیدہ ہوتی تو اپنا گھر بسا لیتی اس میں صبر و برداشت نام کی چیز نہیں ہے۔ اس طرح مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی اسے مجرم ٹھہراتے ہیں۔ ڈاکٹر نور احمد شاہتاز رقمطراز ہیں:

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ شوہر نے اس شریف لڑکی سے کسی غیر اخلاقی، غیر

OPEN ACCESS

شرعی کام کا تقاضا کیا ہو اور لڑکی نے اس کے بے غیرتی کے کام سے انکار کر دیا ہو اور اس نے بے غیرت بننے کی بجائے خلع لینے پر ترجیح دی ہو"۔[11]

"یہ حقیقت ہے کہ طلاق عورت کی زندگی کو زیادہ متاثر کرتی ہے کیونکہ ہمارے معاشرے میں ایک طلاق یافتہ یا ایک دھتکاری ہوئی عورت کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور قصوروار اسی کو ٹھہرایا جاتا ہے"۔[12]

"ہمارے معاشرے میں جس خاندان کے مرد نے عورت کو طلاق دی ہوتی ہے وہ خاندان والے اور خود مرد بھی مطلقہ عورت کے کردار اور اس کے نقائص بارے بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے ہیں اس میں سینکڑوں خامیاں گنواتے ہیں۔ردعمل یہ ہوتا ہے کہ مطلقہ عورت اور اس کے خاندان کے افراد خود کو مظلوم اور ستم زدہ ثابت کرتے ہیں اور طلاق دہندہ مرد کو کوسنا اور بددعا دینا جاری رکھتے ہیں"۔[13]

ڈاکٹر زیبا ہاشم مطلقہ خواتین سے متعلق معاشرتی رویوں کی عکاسی اپنے مشاہدات کے حوالے سے یوں کرتی ہیں:

"طلاق کے واقعے کے کچھ عرصے بعد میرے والدین نے مجھے کسی شادی میں جانے پر مجبور کیا چنانچہ میں چلی گئی۔ وہاں ایک خاتون نے مجھے خوب اچھی طرح سر سے پاؤں تک دیکھا اور کہا کہ واہ بھئی تم تو پہلے سے کافی بہتر دکھائی دے رہی ہو۔ اس خاتون کو جو چیز حیران کر رہی تھی وہ تھی کہ ایک مطلقہ عورت کس طرح اچھا لباس زیب تن کر کے تقریب میں شرکت کر سکتی ہے "۔[14]

دوسرا واقعہ سن لیجئے کہ میں ایک قرآن خوانی کی تقریب میں گئی وہاں میزبان خواتین پھولوں کے گجرے ٹرے میں تھامے ہوئے استقبالیے پر کھڑی تھیں جو عورت گزرتی گئی یہ میزبان خواتین ان کو گجرے دیتی رہیں مگر میرے گزرنے پر انہوں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ میرے ساتھ والی خاتون کو گجرے دیے اور مجھے بالکل نظر انداز

CC BY

کر دیا اس واقعے سے میرے دل کو بہت چوٹ لگی اور میں دل ہی دل میں روتی رہی۔ اس رویے نے میرے زخم ہرے کر دیے اور مجھے یاد دلایا کہ میں مطلقہ ہوں حالانکہ اس واقعہ کو بہت زیادہ عرصہ گزر چکا تھا لیکن لوگوں نے اسے یاد رکھا اور موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور کس قدر بے رحمانہ طریقے سے مجھے باور کروایا کہ میں واقعی ایک مطلقہ ہوں۔

مطلقہ خواتین کو آئے روز اس طرح کے بہت سے واقعات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ خاص طور پر شادی بیاہ کے موقع پر دلہن کو مہندی لگانے کی تقریب، لڑکے کو کوئی نیگ (نیوندرا) وغیرہ دینے سے عموماً اُسے روک دیا جاتا ہے کہ یہ کام اگر کوئی مطلقہ عورت کرے گی تو یہ نحوست اور بدشگونی ہو گی لہٰذا صرف سہاگن ہی یہ کام کریں۔

ہمارے معاشرے میں مطلقہ یا خلع یافتہ سے شادی کرنے کو عیب اور باعثِ عار سمجھا جاتا ہے۔ شادی شدہ مرد حضرات بے جا خواہشوں کے حصول کے تحت خواتین سے ناجائز خفیہ تعلقات تو رکھ لیتے ہیں مگر سماج کے نام نہاد خوف کے باعث دوسری شادی یعنی نکاح جو کہ سنت ہے اس کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔ کنوارے مرد مطلقہ سے شادی کرنے کو حقیر اور کمتر خیال کرتے ہیں۔ کنواروں کی مائیں بہنیں بیوہ یا مطلقہ سے نکاح کے معاملے میں رکاوٹ بن جاتی ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ بیویاں بھی شوہروں کی دوسری عورتوں میں دلچسپیاں لینے کو یا ان کے تعلقات رکھنے کو تو برداشت کر لیتی ہیں مگر سوتن کی حیثیت سے ان کو اپنے دامنِ محبت میں لینے کو روادار نہیں ہوتیں۔

مطلقہ اور مختلعہ کے نفسیاتی و طبی مسائل:

طلاق اور خلع کی وجہ سے مطلقہ خواتین کو جہاں اور بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہاں انہیں نفسیاتی اور طبی (حیاتیاتی) مسائل بھی درپیش ہوتے ہیں ان میں ڈپریشن، ناامیدی، اعصابی تناؤ، ذہنی اسٹریس، جذباتی الجھاؤ اور خود ہمکلامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

مطلقہ خواتین کو مسائل اور تکالیف اُٹھانے کے باعث طلاق یافتہ مردوں کہ بہ نسبت زیادہ جذباتی اور جسمانی عوارض لاحق ہو جاتے ہیں۔ جس کے باعث ان کی ذہنی و جسمانی صحت بھی متاثر ہو جاتی ہے۔

طلاق ہونے کے چندماہ کے اندر اندر بعض اوقات لڑکی کو سخت قسم کا ڈپریشن ہونے کے بھی خطرات ہوتے ہیں

OPEN ACCESS
CC BY

جبکہ ۲ فیصد شیزو فرینیا کے امکانات ہوتے ہیں جو ایک انتہائی خطرناک بیماری ہے جس کا پوری دنیا میں ابھی تک مکمل علاج موجود نہیں ہے۔ اس بیماری کا مریض مکمل طور پر کبھی اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔[15]

طلاق اور خلع یافتہ خواتین کو صرف نفسیاتی عوارض ہی لاحق نہیں ہوتے بلکہ عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ تھوڑی ہی مدت میں انہیں بہت سے جسمانی عارضے لاحق ہو جاتے ہیں۔ عورت سماجی مسائل وآلام اور نفسیاتی دباؤ کا شکار رہنے کے باعث بہت سے جسمانی عوارض میں مبتلا رہنے لگتی ہیں جیسے ہائی بلڈ پریشر، سر درد، پٹھوں کا درد، شوگر (ذیابیطس) اور ہسٹریا وغیرہ۔ اکثر اوقات عورت کیلئے یہ مشکل ہو جاتا ہے کہ ان مسائل کو برداشت کرے لہٰذا شدید صدمے اور ذہنی خلفشار کی وجہ سے وہ بعض اوقات پاگل ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے انہیں پاگل خانوں میں داخل کروا دیا جاتا ہے۔ پاگل خانوں میں موجود خواتین زیادہ تر طلاق کے بعد اس حالت تک پہنچتی ہیں۔

طلاق ہو یا خلع دونوں صورتوں میں زوجین کے بچوں کے مستقبل کی راہ میں انتہائی مشکلات اور رکاوٹیں پیش آتی ہیں مطلقہ خواتین کی بچیوں کے ساتھ شادی کیلئے کم ہی لوگ تیار ہوتے ہیں۔ سماجی رویے جن میں بعض افراد اپنی پست اور منفی سوچ کے باعث ان بچیوں کے رشتوں کو ٹھکرا دیتے ہیں کہ جن کی ماں اپنے خاوند اور سسرال والوں کے ساتھ گزارہ نہ کر سکی اس نے اپنی بیٹیوں کی تربیت کب ایسی کی ہو گی کہ وہ شوہر کا گھر بسا سکیں اور سسرال والوں کے ساتھ مل کر رہیں۔

فی زمانہ ایک تنہا مطلقہ عورت کیلئے انتہائی مشکل مرحلہ بچوں کی اخلاقی تربیت ہے ایسے حالات میں بچوں کو باپ کی غیر موجودگی کی صورت میں معاشرے میں پائی جانے والی اخلاقی خرابیوں اور برائیوں سے محفوظ رکھنا زندگی کے نشیب و فراز سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت پیدا کرنا، ان بچوں کی تعلیمی سرگرمیوں کی نگرانی کرنا۔

بچوں کے معاملات اور معمولات سے آگاہی رکھنا:

مطلقہ کو معاشرے میں درپیش سماجی مسائل اور نفسیاتی مسائل مضمحل کئے دیتے ہیں۔ مطلقہ اور مختلعہ خواتین اعصابی تناؤ کا شکار، ڈپریشن، بلڈ پریشر وغیرہ جس کے باعث ان خواتین میں اس قدر فکری، معاشی اور سماجی صلاحیت موجود نہیں ہوتی کہ وہ اپنے بچوں کے معاملات کی نگرانی یا کنٹرول کر سکیں جس قدر ضرورت ہے۔

CC BY

ڈاکٹر سیدہ سعدیہ رقمطراز ہیں:

> "پاکستانی معاشرے میں مطلقہ خواتین کے سماجی و قانونی مسائل کے بارے جن خواتین سے سروے کیا گیا ان میں ۴۰ فیصد نے یہ کہا کہ انہوں نے اپنے سامانِ جہیز کی واپسی، حق مہر کی طلبی، نان و نفقہ کی فراہمی، بچوں کی حضانت کے معاملے میں عدالت سے اس وجہ سے رابطہ نہیں کیا کیونکہ ان کے مالی وسائل اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ وکیلوں کا خرچہ اٹھائیں اور ان کو فیسیں دیں۔ ان کے والدین یا بھائی اتنی مالی استعداد نہیں رکھتے کہ وہ ان کی مالی مدد کر سکیں"۔ [16]

طلاق یا خلع لینے کے بعد وہ تو پہلے ہی اپنے والدین اور بھائیوں پر ایک بوجھ بن گئی ہے۔ ایسے میں یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ عدالتی چارہ جوئی کے معاملے میں ان کی مدد کرتے۔ اس سلسلے میں ایک خاتون نے بتایا کہ اس نے عدالت سے اس لئے رجوع نہیں کیا کیونکہ اس کے گھر والے انتہائی غریب ہیں وہ وکیلوں کی فیس اور عدالت کا خرچہ نہیں برداشت کرسکتے جبکہ اس کا شوہر مالی اعتبار سے مضبوط تھا لہٰذا اس نے بچوں کو اپنے پاس رکھ لیا حالانکہ وہ ابھی چھوٹے تھے لیکن وہ اس سلسلے میں قانونی چارہ جوئی اس لئے نہ کر سکی کہ اس کے والدین اس کو تو برداشت کر رہے ہیں، لیکن اس کے بچوں کے اخراجات برداشت کرنے کے متحمل نہیں ہیں جبکہ وہ پڑھی لکھی بھی نہیں کہ وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑی ہو سکے اور اپنے بچوں کے اخراجات خود اٹھا سکے۔ [17]

حقِ حضانت:

مطلقہ خاتون اگر صاحب اولاد ہے تو اس کی پریشانیاں اس اعتبار سے اور بھی بڑھ جاتی ہیں خاص طور پر بچوں کی حضانت (سرپرستی، پرورش اور دیکھ بھال) اور ان کے نان و نفقہ کے اعتبار سے۔ طلاق کے بعد ان معاملات کے حل کیلئے مطلقہ کو اپنے ورثاء کے ساتھ عدالتوں میں تاریخوں پر مقدمے کی پیروی اور اس کی سماعت پر حاضر ہونا پڑتا ہے۔ ملکی عدالتی نظام میں بہت سے نقائص ہیں۔ حصولِ انصاف کی خاطر اسے بہت سے کٹھن مراحل سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔ ان مسائل کے حل میں مطلقہ اور اس کے ورثاء کو ذہنی کوفت و اذیت، اپنی بے بسی، وقت

OPEN ACCESS
CC BY

اور پیسوں کا ضیاع، وکلاء کی فیسیں اور طرح طرح کے لوگوں کی بری نظروں سے بچانا پڑتا ہے۔ غرضیکہ یہ انتہائی اذیت دہ عمل ہے جس سے مطلقہ اور اس کے ورثاء کو گزرنا پڑتا ہے۔

ہمارے ہاں عدالتوں میں سینکڑوں بچوں کی حضانت سے متعلق مقدمات روزانہ سماعت کیلئے پیش ہوتے ہیں۔ یہ مقدمات التواء کا شکار ہوتے ہیں جو کہ کئی کئی سال سے چل رہے ہوتے ہیں۔ دیگر عدالتی مقدمات کی طرح ان میں بھی کافی تاخیر ہوتی ہے۔ دوسری طرف بچوں کے والدین پر مقدمے کے باعث نفسیاتی دباؤ ہوتا ہے۔

انٹرویو میں مطلقہ خاتون کا کہنا ہے کہ اگرچہ خاندانی طور پر اس کی طلاق ہو گئی تھی لیکن بچوں کی حضانت سے متعلق اپنے شوہر کی طرف سے دائر کردہ مقدمے کیلئے عدالت آنا پڑتا ہے۔ طلاق واقع ہوئے تین سال سے زائد ہو چکے ہیں، لیکن اس مقدمے میں ابھی تک کوئی خاص پیش رفت سامنے نہیں آئی۔ مجھے ہر تاریخ پر عدالت میں حاضر ہونا پڑتا ہے، لیکن شوہر کی طرف سے کبھی وکیل پیش نہیں ہوتا۔ تو کبھی گواہ پیش نہیں کئے جاتے اور نہ ہی شوہر آتا ہے۔ جب اس خاتون سے پوچھا گیا کہ کیا باپ اپنے بچوں سے ملاقات کرتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ مہینے میں ایک مرتبہ ایک گھنٹہ بچوں کی ملاقات کا شیڈول طے ہے لیکن ان بچوں کا باپ اس کی پابندی نہیں کرتا ۔ کبھی دس سے پندرہ منٹ ملاقات کرتا ہے اور کئی دفعہ تو دو یا تین ماہ ملاقات کیلئے نہیں آتا جبکہ میں بچوں کو باپ سے ملاقات کیلئے عدالت لیکر آتی ہوں بچے سکول جاتے ہیں جس سے ان کا تعلیمی حرج بھی ہوتا ہے نیز عدالتوں کا ماحول بھی جیسا کہ آپ جانتے ہیں بچوں کی ذہنی تربیت کیلئے اچھا نہیں ہوتا یہ ان پر برا اثر ڈالتا ہے لیکن مجبوری ہے کہ ایسا کرنا پڑتا ہے۔[18]

بچوں کے حضانت کے ایک مقدمے میں متاثرہ خاتون نے بتایا کہ "طلاق کے بعد اس کے شوہر نے اسے اور اس کی تین سال کی بیٹی کو گھر سے نکال دیا جبکہ اس کے دوسرے دو بچے جو لڑکے ہیں انہیں اس کے شوہر نے اپنے پاس رکھ لیا۔ خاتون کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے گھر والوں اور محلے کی سطح پر ہر ممکن کوشش کی کہ مجھے میرے ان دو بیٹوں سے ملنے دیا جائے جن کی عمر ۵ سال اور سات سال ہیں لیکن ان کے باپ نے ایسی کسی کوشش کو قبول نہ کیا اور مجھے ناکامی ہوئی چنانچہ میں نے عدالت سے رجوع کیا جس پر عدالت نے مجھے بچوں سے ملاقات کا موقع فراہم کیا لیکن ابھی ان بچوں کو میرے پاس رہنے کا فیصلہ صادر نہیں ہوا۔ یہ مقدمہ زیرِ سماعت ہے۔ ان بچوں

OPEN ACCESS
CC BY

کے باپ کا مؤقف ہے کہ میں اپنے بیٹوں کو کسی بھی قیمت پر اسے نہیں دوں گا۔ خاتون کا کہنا ہے کہ مجھے ہر وقت اپنے بچوں کی فکر لاحق رہتی ہے جس سے میری زندگی اجیرن ہو کر رہ گئی ہے"۔[19]

نان ونفقہ کے مسائل:

ہمارے ملک کی فیملی کورٹس میں جہاں طلاق، خلع، مہر کی ادائیگی سامانِ جہیز کی واپسی اور حق حضانت کے مقدمات دائر ہوتے ہیں۔ مطلقہ خواتین کے نان ونفقہ اور زیر سرپرستی بچوں کے نان ونفقہ کے مقدمات بھی ان عدالتوں میں زیر سماعت ہوتے ہیں۔ ان مقدمات میں ایسی خواتین جن کو ان کے شوہر نے گھر سے نکال دیا ہوتا ہے طلاق بعد میں دی جاتی ہے تو ایسی صورت میں اس خاتون کے شوہر کے گھر سے آنے سے لے کر طلاق کی عدت تک کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر مطلقہ عورت کے بچے ہیں تو ان بچوں کی معاشی کفالت کی ذمہ داری باپ کی ہوتی ہے۔ لہٰذا اسے بچوں کا نان ونفقہ ادا کرنا لازم ہوتا ہے لیکن افسوس کا مقام ہے اور بے حسی کی انتہا دیکھیے کہ والد یہ ذمہ داری نبھانے سے پہلو تہی کرتا ہے جس کیلئے عورت کو مجبوراً عدالت کا رخ کرنا پڑتا ہے۔ ایسے میں ایک طرف تو بچوں کی پرورش اور نان ونفقہ کا بوجھ بھی وہ عورت خود برداشت کرتی ہے یا اس کے والدین یا بھائی برداشت کرتے ہیں ۔ دوسری طرف عورت کو مقدمہ دائر کرنے کیلئے روپے پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طلاق اور خلع کیلئے قائم کئے جانے والے مقدمات کی شرح قدرے کم ہوتی ہے۔ کیونکہ مقدمے کو چلانے کے لئے مالی وسائل کا ہونا ضروری ہے لہٰذا بہت سی خواتین اس لئے بھی قانونی چارہ جوئی نہیں کرتیں کہ نہ تو ان کے والدین یا سرپرست ان خواتین کے ساتھ تعاون کرتے ہیں کیونکہ وہ خود یا ان کے والدین بچوں کی کفالت اور دیگر اخراجات برداشت کر رہے ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ نہ ان کے پاس تاریخیں بھگتنے کیلئے وقت ہے۔

پہلے بیوہ اور بعد میں مطلقہ ہونے والی خاتون سے انٹرویو لیا گیا جس میں وہ کہتی ہے:

"جب میری شادی ہوئی اس وقت میرے شوہر بہت اچھے انسان تھے۔ میری ہر خوشی کا خیال رکھتے تھے۔ ایک سال پتہ ہی نہیں چلا کیسے ہنسی خوشی گزر گیا۔ پھر اللہ نے مجھے پیاری سی بیٹی عطا کی ۔ ہم سب بہت خوش تھے اور دن

OPEN ACCESS
CC BY

بدن ہمارے حالات اور بہتر ہوتے جارہے تھے۔ کچھ عرصے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے بیٹا عطا کیا۔ میرے شوہر بہت خوش تھے۔ ہنسی خوشی پانچ سال گزر گئے پتہ ہی نہیں چلا۔ ایک دن مجھ پر قیامت ٹوٹ گئی جب میرے شوہر کو کرنٹ لگا اور وہ موقع پر ہی انتقال کر گئے۔ مجھ پر یہ بہت بڑی قیامت ٹوٹ پڑی ۔ عدت کا وقت سسرال میں گزارا۔ سسرال میں سب بہت اچھے طریقے سے میرے ساتھ رہتے تھے۔ سب میرا بہت خیال رکھتے تھے۔ جب عدت ختم ہوئی، تو میرا نکاح میرے شوہر کے بھائی سے کر دیا گیا۔ میرے دیور نے نکاح کے کچھ مہینے مجھے بہت اچھا رکھا۔ پھر اچانک وہ بدل گئے۔ اور مجھے بہت تنگ کرنے لگے۔ میں اپنے یتیم بچوں کی خاطر سب کچھ برداشت کرتی رہی۔ آخر کار انہوں نے کچھ زیادہ ہی تنگ کرنا شروع کر دیا۔ خرچہ بھی نہیں دیتے تھے اور ہر بار طلاق دینے کی دھمکی دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو بیٹے اور عطا کیے۔ یوں میرے چار بچے ہو گئے۔ میں بہت پریشان رہنے لگی۔ میرے شوہر کی غلط حرکتیں بڑھتی جارہی تھیں۔ غیر عورتوں کے ساتھ عیاشی کرنا، اپنی ساری کمائی ان کے اوپر خرچ کر دینا، آٹھ سال بعد میری برداشت ختم ہو گئی اور ایک دن میں ان کو سمجھانے لگی کہ جو میرے پہلے شوہر کا مال تھا وہ سب تم نے لے لیا ہے۔ تم ہمارا خیال کیا کرو۔ بات کرتے کرتے حد سے بڑھ گئی اور میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی۔ میں اپنے بچے لے کر میکے آگئی۔ وہاں سب مجھے الگ الگ نظر سے دیکھ رہے تھے۔ کوئی کچھ کہہ رہا تھا کوئی کچھ۔ میں نے سب کی برداشت کی کیونکہ مجھے اب یہاں رہنا تھا۔ اس کے علاوہ میرا اور کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ میں لوگوں کے کپڑوں کی سلائی کر کے اپنے بچوں کو پال رہی تھی۔ بہت مشکل وقت تھا۔ جو مجھے اکیلے جھیلنا پڑ رہا تھا۔

OPEN ACCESS
CC BY

لوگ بھی مجھے کئی رنگ کے ملے۔ کوئی میرا ساتھ دیتا اور کوئی مجھے غلط کہتا۔ طلاق یافتہ عورت کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ قریبی تعلق داروں کی جملہ بازی اور طعنے جن سے بہت تکلیف ہوتی ہے اور کچھ لوگ ایسے بھی سامنے آتے ہیں ہیں جو غلط نظر سے دیکھتے ہیں۔ طلاق کے بعد زندگی گزارنا بہت مشکل ہوتی ہے"۔[20]

بچوں کی پرورش اور تربیت کا مسئلہ:

جب انسانی معاشرے میں خاندانی بندھن اور رشتے کمزور پڑ جائیں اور خاندان باہمی انتشار و ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے تو ایسے معاشرے میں بہت سے مفاسد جنم لینا شروع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ خاندان ہی تو معاشرے کی پہلی اکائی ہوتا ہے اس کے بگڑ جانے سے پورے معاشرے کا بگاڑ شروع ہو جاتا ہے معاشرے میں بدامنی، بدچلنی، بے اطمینانی، فساد اور انتشار کو فروغ ملتا ہے۔ دلوں میں نفرت، کدورت، خود غرضی اور بے رحمی جنم لیتی ہے جس میں طلاق کے باعث علیحدہ ہونے والے افراد کے علاوہ ان کے خاندان اور ان کے بچوں پر بھی بہت منفی و مہیب اثرات پڑتے ہیں عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ طلاق کے باعث سب سے زیادہ نقصان عورت اور اس کے بچوں کا ہوتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں عورت کیلئے طلاق یافتہ ہونا ایک ایسا بدنما داغ ہوتا ہے جو اس کی زندگی کے ساتھ ہی مٹتا ہے اور اس مطلقہ عورت کے بچوں کے مستقبل کو بھی طلاق یافتہ ماں کے بچوں کا طعنہ تمام عمر متاثر کرتا رہتا ہے جب خاندان کا شیرازہ بکھر جائے تو بچوں کے روشن مستقبل کی ضمانت نہیں دی جا سکتی ان بچوں کی شخصیت عدم توازن، عدم اعتماد اور عدم تحفظ کا شکار ہو جاتی ہے۔ گھریلو ناچاقی کا اثر بچے غیر شعوری طور پر لیتے ہیں جس سے ان کی سوچ منفی اور منتشر ہو جاتی ہے جس کا خمیازہ انہیں زندگی بھر بھگتنا پڑتا ہے۔ طلاق خواہ کسی وجہ سے ہو دو زندگیوں میں المیوں کو جنم دیتی ہے۔ جس کا شکار مرد اور عورت کے ساتھ ساتھ ان کے بچے بھی ہوتے ہیں جو یقیناً دونوں کے مکروہ عمل کا شکار ہوتے ہیں۔[21]

ان بچوں میں عدم تحفظ اور غیر یقینی کا احساس بڑھ جاتا ہے اور عام طور پر ایسے افراد مستقبل میں اپنے رشتوں کو صحیح طور پر نہیں نبھا سکتے بلکہ زندگی میں ناکامی کا منہ دیکھتے ہیں لہٰذا ایسے والدین اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے۔

CC BY

بچوں کی شخصیت کو ٹوٹ پھوٹ سے بچائیں۔ ان کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچنے دیں جب کہ عموماً طلاق یا خلع کی صورت میں والدہ، والد یا دونوں اپنا غصہ و غضب یا محرومیاں بچوں پر نکالتے ہیں۔[22]

ٹوٹے اور بکھرے ہوئے خاندان کے بچے جب اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے معاشرے میں باہر قدم نکالتے ہیں تو لوگ انہیں ان کے والدین کے کردار کے حوالے سے طعنے دیتے ہیں کہیں کوئی ان کے باپ کو قصوروار ٹھہراتا ہے تو کہیں کوئی ان کی ماں کی کردار کشی اور بد اخلاقی کے قصے سناتا ہے۔ لوگ ان کے جذبات، احساسات اور ان کی ذات کو نظر انداز کرتے ہوئے بڑی بے رحمی سے گھاؤ لگاتے ہیں۔ جن کے باعث ان بچوں کی شخصیت سے خود اپنی ذات، اپنے والدین کی ذات اور افرادِ معاشرہ کی ذات پر اعتماد باقی نہیں رہتا۔ جب یہ بچے اس سفاکی، خود غرضی اور بے رحمی کے نشتر کھا کر مستقبل میں آگے بڑھتے ہیں جہاں انہوں نے کھلونوں سے کھیلنے والی عمر میں ماں باپ کو ایک دوسرے سے جدا ہوتے دیکھا تھا اور ان کا شعور اس وقت اس ادراک سے قاصر تھا کہ وہ خود سماج کے بے رحم ہاتھوں میں کھلونا بن جائیں گے۔

یہ صورت حال معصوم بچوں کے معصوم ذہنوں کیلئے نا قابل فہم اور نا قابل برداشت ہوتی ہے۔ یقیناً ان کے ذہن میں یہ سوالات جنم تو لیتے ہیں لیکن وہ ان سوالات کو لبوں پر لانے کی جسارت نہیں کرتے اور خود ہی ان کا جواب ڈھونڈتے ہیں۔ ان کا بچپن ان کے دل و دماغ میں پیدا ہونے والے الجھے مسائل کو خود ہی سلجھانے میں لگا رہتا ہے۔ سہمے سہمے خوفزدہ یہ بچے احساسِ کمتری اور محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ بچے تو اپنی ذات سے بھی تنگ دکھائی دیتے ہیں لہٰذا عملی زندگی میں کوئی خاطر خواہ مقام حاصل نہیں کر پاتے اور ناکام رہتے ہیں۔ در حقیقت ایسے بچے اس تلخ حقیقت کو سمجھنے اور تسلیم کرنے سے قاصر ہوتے ہیں اس لئے وہ والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کو یا پھر خود کو اس تمام صورتِ حال کا ذمے دار ٹھہراتے ہیں ایسے بچے عام طور پر اپنے قلبی جذبات، اندرونی کیفیات و احساسات کا اظہار نہیں کرتے اور اپنے اندر ہی سلگتے رہتے ہیں جوں جوں عمر بڑھتی ہے ان کا یہ درد ان کے رشتوں اور زندگی کے اہم فیصلوں کو متاثر کرتا ہے۔[23]

طلاق مابین زوجین بچوں کے مستقبل کی ترقی میں بھی بہت بڑی رکاوٹ بنتی ہے۔ مطلقہ خاتون کی بچیوں کے ساتھ عام طور پر لوگ شادی کیلئے رضا مند نہیں ہوتے، سماج کا رویہ ہوتا ہے کہ جن کی ماں اپنے شوہر اور سسرال

OPEN ACCESS
CC BY

والوں کے ساتھ نباہ نہ کر سکی اس نے اپنی بیٹیوں کی تربیت بھلا کب ایسی کی ہو گی کہ وہ کسی سے نباہ کر سکیں۔
مطلقہ خاتون کا اپنے بچوں کو والد کی عدم موجودگی میں معاشرے میں موجود اخلاقی خرابیوں سے بچانا، ان بچوں کی تربیت کرنا، زندگی کے نشیب و فراز کا مقابلہ کرنے کے رموز سکھانا، ان بچوں کی تعلیم و تربیت پر پوری طرح سے توجہ دینا، بچوں کے معمولات و حالات کی نگرانی کرنا نیز ان پر کڑی نظر رکھنا ایک تنہا مطلقہ یا بیوہ خاتون کیلئے اس دور میں نہایت اہم اور مشکل مسئلہ ہے۔

مطلقہ خاتون کو قانونی مسائل، سماجی و نفسیاتی مسائل کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے اس وجہ سے مطلقہ خواتین میں وہ فکری، معاشی اور سماجی صلاحیت و استعداد نہیں ہوتی کہ وہ اپنے بچوں کی پوری طرح سے نگرانی کر سکیں یہی وجہ ہے طلاق سے سب زیادہ نقصان بچوں کا ہوتا ہے جس کے باعث ان کے کے روشن مستقبل کا یقین طور پر تعین مشکل نظر آتا ہے۔

ماہر نفسیات ڈاکٹر قیوم عباس اپنے ایک کالم میں بیان کرتے ہیں کہ ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر لینے والے زوجین کے بچے ایسے نفسیاتی عوارض اور احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں جس کا سلسلہ نہ ختم ہونے والا ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ رقمطراز ہیں:

> "The main victims of the divorce are children who lose the attention, care, love and respect of their parents. When they are grown up and marry, they behave their spouses in the same manner as their parents did". [24]

اسی طرح مولانا حنیف عبدالمجید خاندانی نظام کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر اس میں جھول آجائے جیسا کہ آج کل ہمارے معاشرتی نظام میں پایا جاتا ہے تو اس کی مثال ایسے ہے جس طرح "زمینیں خواہ سونا اگلتی ہوں اور مشینیں لعل و جواہر، لیکن معاشرے میں اگر خاندانی نظام کا ڈھانچا ٹوٹ پھوٹ اور افراتفری کا شکار ہو تو یاد رکھیں ان حالات میں انسانی زندگی سکون سے یکسر محروم رہتی ہے"۔[25]

مرد اور عورت چونکہ بالغ ہونے کی وجہ سے ممکن ہے کہ اپنے ارد گرد طلاق کے تلخ اثرات کا ادراک کرنے کے

OPEN ACCESS
CC BY

قابل ہوں لیکن بچوں کے لئے یہ بات ممکن نہیں حالانکہ طلاق کے غلط فیصلے کے نتیجے میں بچے ہی سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں بالخصوص جبکہ وہ کم عمر ہوں بچوں کی حضانت کے معاملے میں جب والدین قانون اور عدالت کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو عورت کیلئے یہ معاملات بہت زیادہ مشکلات کا باعث بنتے ہیں۔[26]

زوجین کی اس انا کی جنگ میں بچوں کے مستقبل کے بارے میں کوئی نہیں سوچتا لیکن اگر شوہر اور بیوی اپنے حقوق و فرائض کو تسلیم نہ کریں اس میں کوتاہی اور غفلت کریں اور علیحدگی اختیار کرلیں تو جہاں ایک طرف میاں بیوی متاثر ہوتے ہیں تو دوسری طرف ان کے بچے، افراد معاشرہ اور خاندان خود بخود متاثر ہوتا ہے۔ اگر صورتحال ایسی ہو کہ دونوں کا اکٹھے رہنا محال ہو اور وہ حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں اور شوہر وبیوی کے رشتہ کا اصل مقصد فوت ہو جائے تو پھر ان کا اکٹھے رہنا خاندان اور معاشرے پر اچھے نتائج مرتب نہ کرے گا۔

اسلام میں کامیاب معاشرے کی تشکیل کا تصور ہے اور معاشرہ افراد سے مل کر بنتا ہے۔ ایک انسان دوسرے کی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ افراد کی اصلاح و کامیابی گھریلو ماحول پر منحصر ہوتی ہے اس لئے جب تک افراد کی اصلاح نہ ہو کامیاب معاشرہ استوار نہیں ہو سکتا۔ عائلی زندگی معاشرے میں وہ ریڑھ کی ہڈی ہے جس پر تہذیب وتمدن کی عمارت قائم ہوتی ہے طلاق یا خلع اس انتظامی ادارے کو بالکل ختم کرکے رکھ دیتا ہے اور شریعتِ اسلامی نے جو کام اس ادارے کے ذمے لگائے ہیں وہ کام رک جاتے ہیں شوہر اپنے خاندان کا نگران ہے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ہاں شوہر سے اس کے فرائض کی انجام دہی کے بارے بازپرس ہوگی۔ اسی طرح عورت سے بھی اس کے فرائض سے متعلق جوابدہی ہوگی۔ طلاق یا خلع کی صورت میں بچوں کی تعلیم وتربیت اور ان کی شخصیت پر براہ راست اثر پڑتا ہے جس سے وہ نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔ جو نہ تو معاشرے کے مفید رکن بن سکتے ہیں اور نہ ہی ملک و قوم کی تعمیر وترقی میں کوئی فعال کردار ادا کرسکتے ہیں۔ جب خاندان کا استحکام ختم ہو جاتا ہے تو پھر انسانی طرزِ عمل، معاشرتی فرائض کا تصور اور معاشرے کے افراد کے مراتب کا تعین سب کچھ ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ ان اقدار کا فقدان معاشرتی بحران پر منتج ہوتا ہے۔[27]

خاندانی نظام کے انتشار کا سب سے پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ خاندان کے افراد میں موجود محبت، خیر خواہی، خلوص اور تعاون ناپید ہو جاتا ہے۔ جب یہ افراد معاشرے میں نکلتے ہیں تو ان کے عدم برداشت، عدم تعاون، عدم

CC BY

رواداری، تشدد پسندانہ رجحانات کے مہیب اثرات تمام معاشرتی اداروں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اخلاقی فضائل کی بجائے اخلاقی رذائل کے فروغ سے سماجی انتشار جنم لیتا ہے۔ معاشرتی تعمیر کی جائے معاشرتی تخریب کے عوامل و عناصر پروان چڑھتے ہیں اور یوں اقوام و ملل ترقی کے اوجِ ثریا سے ہمکنار ہونے کی بجائے تنزلی کے قعرِ مذلت کا شکار ہو جاتی ہیں۔ شیخ ابن حجر لکھتے ہیں:

> "خاندانی نظام میں خرابی کی ایک وجہ زوجین کی ایک دوسرے سے بے نیازی اور ان کا آپس میں کھنچاؤ ہے جو باہم بے اعتمادی کی فضا کا موجب بنتا ہے۔ اس طرح والد کا اپنی اولاد پر اور اولاد کا والد پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ نتیجتاً خاندان جسے زنجیر کی کڑیوں کی طرح باہم مربوط ہونا تھا وہ موتی کے دانوں کی طرح بکھر جاتا ہے اور اس میں دوری پیدا ہو جاتی ہے۔ میل ملاپ، محبت اور چین و سکون مٹ جاتا ہے۔ صبر و برداشت، امن و امان اور قربانی و ایثار کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے اور خاندان کی چولیں ہل جاتی ہے جس سے مضبوط، توانا اور صالح معاشرے کی تشکیل ہوتی ہے"۔ [28]

المختصر یہ کہ: حد سے بڑھتی ہوئی لالچ اور مادیت پسندی کے باعث لڑکے اور اس کے سسرال والے لڑکی کے گھر والوں سے بار بار جائیداد میں لڑکی کے حصے کے تقاضے شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی یہ مطالبہ کہ ہمیں فلاں چیز لے کر دی جائے یا ہمارے بچے کو کاروبار کروا کر دیں۔ اس طرح کے مطالبات کو پورا کرنا لڑکی کے غریب ماں باپ کے لیے دشوار ہوتا ہے۔ اگر انکے یہ بے جا تقاضے پورے نہ کیے جائیں تو طلاق دیکر یا لڑکی کو جان سے مار کر چھٹکارا حاصل کر لیا جاتا ہے تا کہ اور جگہ شادی کر کے اپنی مادی ہوس اور خواہشات کی تکمیل ہو سکے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ عصرِ حاضر میں رشتوں کا معیار خاندانی حسب نسب، شرافت، اخلاق اور حسنِ سیرت کی بجائے دھن دولت اور جائیداد بنتا جا رہا ہے۔

CC BY

حوالہ جات

[1] ام عبد منیب، مطلقہ خواتین اوران کے مسائل (لاہور: مشربہ علم وحکمت، ۱۴۲۷ھ)، ۱۸

[2] مسعود احمد بھٹہ میاں، حیات النساء: عورت کی زندگی مناکحات کے بعد (لاہور: آہن ادارہ اشاعت و تحقیق پاکستان، ۲۰۱۰ء)، ۶۲۵

[3] مسعود احمد بھٹہ میاں، حیات النساء: عورت کی زندگی مناکحات کے بعد، ۶۲۵

[4] ام عبد منیب، مطلقہ خواتین اوران کے مسائل، ۱۹

[5] Rohail Ahmad, Khadija Raza Mustafa, Challenges faced by woman after divorce, Institute of Social and Cultural Sciences, University of the Punjab, Lahore, (2015-20), 40-41

[6] Ibid, 41-42

[7] Pooja Rathi, J. Pachauri, Problems faced by divorced woman in their pre & post-divorce period: A Sociological Study, Journal Pharmacognosy and Phytochemistry, Department of Sociology & Social Work, Hemwati Nandan Bahuguna Garhwal University, Srinagar, India, Issue: 1-2018, Volume: 7, 8-9

[8] شخصی انٹرویو، ۱۶ فروری ۲۰۲۲ء

[9] ام عبد منیب، مطلقہ خواتین اوران کے مسائل، ۲۰

[10] سیدہ سعدیہ ڈاکٹر، پاکستانی معاشرے میں مطلقہ خواتین کے سماجی و قانونی مسائل، ۱۴

[11] نور احمد شہتاز ڈاکٹر، چند فقہی معاملات کی شرعی حیثیت (لاہور: اسکالرز اکیڈمی، ۱۹۹۹ء)، ۱۷

[12] پاکستان ٹائمز: ۵ جنوری ۲۰۰۵ء

[13] اُم عبد منیب، مطلقہ خواتین اوران کے مسائل، ۱۷

[14] Daily Dawn, 3 March 1996 Dr, Zeeba "Picking up the pieces"

[15] http:/www.Cob Counter Family Lawasttorns.Com/2011/Studies. Note the increased effect of divorced on women. retrieved on: 4 February, 2011

[16] سیدہ سعدیہ ڈاکٹر، پاکستانی معاشرے میں مطلقہ خواتین کے سماجی و قانونی مسائل، ۱۶۳

[17] سیدہ سعدیہ ڈاکٹر، پاکستانی معاشرے میں مطلقہ خواتین کے سماجی و قانونی مسائل، ۱۶۳

OPEN ACCESS
CC BY

[18] شخصی انٹرویو: ۱۷ جنوری ۲۰۲۲ء

[19] شخصی انٹرویو: ۲۴ جنوری ۲۰۲۲ء

[20] شخصی انٹرویو: ۲۶ جنوری ۲۰۲۲ء

[21] مسعود احمد بھٹہ میاں، حیات النساء: عورت کی زندگی مناکحات کے بعد، ۷۲

[22] ایکسپریس نیوز: ۱۶ فروری، ۲۰۱۶ء منیزہ عادل، جن کے سائبان ٹوٹ جائیں

[23] ایکسپریس نیوز ۱۶ فروری ۲۰۱۵ء

[24] The Nation, January 3, 1994

[25] محمد حنیف عبدالمجید مولانا، تحفۂ دولہا (کراچی: بیت العلم ٹرسٹ، ۱۴۲۳ھ)، ۳۲۴

[26] http:/blush.com.pk/Psychological-impacts of divorce on Pakistani- women/ Retrieved on: 24.12.2015

[27] خالد علوی ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام (لاہور: مکتبۃ العلمیۃ، ۱۹۸۰ء)، ۱۵۲

[28] احمد ابن حجر شیخ، معاشرے کی مہلک بیماریاں اور ان کا علاج (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۴ء)، ۵۵۰

OPEN ACCESS
CC BY